کچھ عشق تھا کچھ مجبوری

اُمّ مریم

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

کچھ عشق تھا کچھ مجبوری

اُم مریم

محبت کا ارادہ اب بدل جانا بھی مشکل ہے
تمہیں کھونا بھی مشکل ہے، پانا بھی مشکل ہے
اُداسی تیرے چہرے کی گوارا بھی نہیں لیکن
تیری خاطر ستارے توڑ کر لانا بھی مشکل ہے

صحرائے تھل کا علاقہ شروع ہوئے خاصی دیر بیت گئی تھی۔ کھڑکی کے پار چبھتی ہوئی تیز شعاعیں اور ریت سے بھری ہوا کے بگولے شیشے سے ٹکراتے اور بکھر جاتے تھے۔ اس ایک ہی منظر نے جب اسے جی بھر کے بور کر دیا تو اس نے سیٹ کی پشت گاہ سے سر ٹکا کر آنکھیں موند لیں اور جانے کب اس کی آنکھ لگی تھی، گاڑی کے جھٹکے سے رکنے پر وہ ہڑبڑا کر سیدھی ہوئی اور دیکھا تو پاپا گاڑی کا دروازہ کھولے باہر نکل رہے تھے۔ اس نے یونہی شیشے کے پار دیکھا۔ شاہ خاور واپسی کا سفر شروع کر چکا تھا چہار سو پھیلی ریت سورج کی بنفشی روشنی میں سونے کی مانند دمکتی نظر آ رہی تھی۔ وہ گہرا سانس کھینچتی خود بھی باہر نکل آئی، گرم جھلساتی ہوئی ہوا کا جھونکا باہر آتے ہی اس کے نرم و نازک سراپا کو جھلسا کے رکھ گیا۔ اڑتی ہوئی ریت گویا تیزاب بن کر اس کے چہرے کی حساس جلد کو جھلسانے کا باعث بن رہی تھی۔ اس کے بے اختیار جھرجھری لینے پر پاپا جو اسی پل اس کی سمت متوجہ ہوئے تھے مسکرائے بغیر نہیں رہ سکے۔

''سورج ڈھلنے کے باوجود اتنی گرمی ہے تو دن میں کیا حشر ہوتا ہوگا؟'' وہ آنکھوں کے آگے ہاتھ کو چھجا بناتے ہوئے دور تک پھیلی خاموشی اور ویرانی کو دیکھنے لگی تھی۔

ان کی پشت پر سرخ حویلی کی بلند عمارت تھی۔ فخر سے سر اٹھائے شان سے ایستادہ مگر حورعین کی توجہ کا مرکز وہ عمارت نہیں تھل کا ریت اڑاتا ریگستان تھا۔

''جی آیاں نوں، میرا مٹھل یار آیا سی۔ ستے خیراں! یار من اندر آنے کی بجائے باہر کیوں رک گئے؟'' حورعین کے اس انہماک کو توڑنے والی چوہدری شجاعت کی آواز تھی۔ جو حویلی کے بلند گیٹ سے برآمد ہو کر لپکتے ہوئے اتنے والہانہ انداز میں اپنے ملازموں کے ہمراہ استقبال میں مصروف ہوئے تھے کہ حورعین ان کے خلوص سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکی۔ سرخ و سفید رنگت گرانڈیل وجود کے مالک چوہدری شجاعت کی نگاہوں میں اس کے لیے بے حد شفقت تھی۔

''یہ دھی رانی ہے ہماری، اتنی بڑی ہوگئی ماشاء اللہ۔ یاد ہے محب، جب میں شہر گیا تھا تم سے ملنے یہ اتنی سی تھی۔'' انہوں نے حویلی کے گیٹ سے داخل ہوتے ہوئے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ رکھ کر مسکرا کر کہا تو پاپا کے لبوں پر بھی مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

''بھابی کو بھی لے آتے محب! ویسے اچھی تو ہیں نا وہ؟ اوئے زوارے جا تو سامان لا صاحب کا۔'' انہوں نے پاپا سے بات کرتے ہوئے ایک دم پیچھے ہٹ کر

ملازم کو مخاطب کیا جو زرد اور اورنج کلر کے بے تحاشا تیز رنگوں کے لاچے کرتے میں ملبوس نوجوان کو مخاطب کیا جو باڈی گارڈ کی طرح ان کے ساتھ ساتھ تھا اس حکم پر سر جھکا کر پلٹ گیا۔ حورعین پاپا اور چوہدری شجاعت کی تقلید میں لان کی سبز گھاس کو دیکھتی حویلی کے اندرونی حصے کی جانب بڑھ رہی تھی۔

❀ ❀ ❀

حورعین ریگستان پر فیچر لکھ رہی تھی اسی سلسلے میں ریسرچ کرنے یہاں آئی تھی۔ اس کی عادت تھی ہر کام کو پوری ایمان داری سے انجام دینے کی اور اس ایمان داری کی پہلی شرط ریسرچ تھی۔

وہ حویلی کی خوب صورتی میں گم تھی وسیع رقبے پر پھیلی اس حویلی میں زندگی کی تمام سہولیات موجود تھیں۔ سفید ماربل کے جگمگاتے فرش، آف وائٹ پینٹ سے چمکتی دیواروں پر بڑی بڑی خوش نما سینریاں آویزاں تھیں۔ وال ٹو وال کارپٹ اور ایک سے بڑھ کر ایک قیمتی شوپیس۔ پاپا متاثر تھے تو حورعین کو جانے کیوں چپ سی لگ گئی تھی۔ اس کا حساس دل اس درجہ تضاد پر غبار اور گھٹن سے بھرنے لگا تھا۔ یہاں کے عام باسیوں کی زندگی جس قدر کٹھن اور دشوار تھی یہاں کے دو دن کے قیام کے دوران ہی وہ جان چکی تھی۔ عورتوں کو ضرورت کے لیے پانی بھرنے کوسوں پیدل چلنا پڑتا تھا۔ تپتے سورج کے نیچے پانی سے بھرے ہوئے ایک سے زائد گھڑے اٹھا کر میلوں کا سفر طے کرنا آسان نہیں تھا۔ اسے اسی موضوع کو یہاں کی مشکلات کو اجاگر کرکے ان محنت کش لوگوں کی کے لیے حکومت سے اپیل کرنی تھی اور چونکہ پاپا اس کی ناگواری کی اصل وجہ سمجھ سکتے تھے جبھی انہوں نے اس کی برین واشنگ کرنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔

''تمہیں جو بھی لکھنا ہے حورعین! اس میں شجاعت کا کہیں کوئی ذکر نہیں ہونا چاہیے۔''

''ان کی حویلی کا تو ہوسکتا ہے نا، ان بے تحاشا سہولیات کا بھی؟'' اس کا لہجہ سوالیہ ہی نہیں تاسف سے پُر تھا۔

''تم میری دوستی خراب کرو گی، بیٹے ان کا سلوک تو ہمارے ساتھ اچھا ہے نا۔'' پاپا کے قائل کرنے والے انداز پر اس کی آنکھوں میں شکایت اتر آئی تھی۔

''بات ہماری نہیں ہے پاپا! یہاں کے لوگ ان کے اس حسن سلوک کے اصل مستحق ہیں مگر......'' وہ سخت اشتعال میں بولی۔

''مجھے لگتا ہے میں نے تمہیں یہاں لاکر غلطی کی ہے۔'' پاپا نے برہمی سے کہا۔ حورعین نے یک دم ہونٹ بھینچ لیے تھے۔ اس سے قبل کہ دونوں میں سے کوئی کچھ بولتا سرخ لاچے اور پیلی قمیص میں ملبوس وہی زوار نام کا ملازم کھانا لگنے کی اطلاع لے کر آیا۔ پاپا نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا گویا اس کا ارادہ جاننا چاہا۔

''آپ بے فکر رہیں پاپا! میں آپ کو شکایت کا موقع نہیں دوں گی لیکن پلیز مجھے اپنا کام تو کرنے دیں۔'' وہ یک دم ملتجی ہوئی تو پاپا مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ حورعین نے گہرا سانس بھرا، کاندھے جھٹک کر خود بھی اٹھ گئی تب ہی اس کی نگاہ زوار پر پڑی۔ سرمہ زدہ مگر بڑی بڑی آنکھوں میں دلچسپی اور شوق کے ساتھ اشتیاق کا اک جہان آباد کیے وہ پوری جان سے گویا اسی کی سمت متوجہ تھا۔ محویت کا یہ عالم کہ اس کے کھنکارنے پر بھی نہیں چونکا۔ حورعین سر جھٹک کر مسکراتی آگے بڑھ گئی۔

❀ ❀ ❀

''آپ کو اک بات بولوں بی بی سین! سچ میں آپ بہت خوب صورت ہو۔''

تیسرے دن پاپا اس کے اصرار پر اسے وہاں چھوڑ کر چلے گئے تھے، اس کے بعد وہ اکثر زوار کے ساتھ حویلی سے نکل جاتی۔ علاقے کی عورتوں سے ملنے ان کے مسائل جاننے کے علاوہ کبھی تصویریں بنانے کے ارادے سے۔ زوار اس کے نرم خو انداز اور مزاج کی نرمی

کی بدولت اس سے اچھا خاصا بے تکلف ہوگیا تھا شاید تبھی اپنے دل میں آنے والی بات اسی سادگی اور معصومیت سے اس کے سامنے کہہ دی جو اس کی طبیعت اور مزاج کا حصہ تھی۔ اس کے ہمراہ چلتی حورعین کے قدم یک دم رکے۔ یہ چٹیل میدان تھا، تاحد نگاہ آبادی کے آثار نہیں تھے۔ سورج کی تیز روشنی ریت کے چمک دار ذروں سے منعکس ہوکر نگاہوں کو چندھیا رہی تھی۔ آہستگی سے چلتی ہوا اپنے ساتھ ریت کے لاتعداد ذرات اٹھا کر لائی اور اس کے بالوں اور چہرے سے ٹکرا کر بکھیر گئی۔ اس نے گردن موڑ کر زوار کو دیکھا اس کے چہرے پر ازلی سادگی اور بھولپن تھا۔ وہ مسکرا دی۔

''خوب صورت تو تم بھی بہت ہو زوار! لیکن تم اس خوب صورتی سے آگاہ نہیں ہو۔ یہ بتاؤ چاچا شجاعت کے ملازم نہ ہوتے تو کیا ہوتے تم؟''

''کچھ نہ ہوتا جی! ملازم کے سوا۔ ہمارا خاندان تو بڑھوں سے جاگیرداروں کی چاکری کرتا آرہا ہے۔ میں کیسے نہ کرتا۔'' حورعین کو اس پل وہ بے حد اداس اور پژمردہ لگنے لگا۔ حورعین نے اسے بغور دیکھا تھا۔

''اگر تمہیں اس غلامی سے نجات مل جائے زوار! کیسا لگے گا تمہیں؟''

''ایسا ممکن ہی نہیں ہے بی بی سین!'' اس کا لہجہ دو ٹوک تھا۔ حورعین نے کوئی جواب نہیں دیا بس وہ خاموش تھی مگر کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ کیا کرنے کا ٹھان چکی ہے۔

❀ ❀ ❀

''بابا سائیں نے مجھے بتایا تو تھا آپ کے متعلق مگر میں ہرگز نہیں جانتا تھا ان کا انتخاب اس قدر اعلیٰ بھی ہوسکتا ہے۔''

یاور اس کے سامنے بیٹھا بے حد پُراعتماد مسکراہٹ کے ساتھ اس سے مخاطب تھا مگر اس کی آخری بات نے حورعین کو پریشان کردیا تھا۔

''میں آپ کی بات کا مطلب نہیں سمجھی، آئی ایم سوری۔'' اس کے جواب پر یاور کے ہونٹوں کی تراش میں معنی خیز مسکان اتر آئی تھی۔

''بے فکر رہیں، بہت جلد یہ بات آپ پر واضح ہوجائے گی۔'' اس نے کاندھے جھٹکے اور آگے بڑھ کر ایک کمرے میں گھس گیا۔ حورعین الجھی نظروں سے سنسان راہ داری کو دیکھ رہی تھی جب زوار کی آمد نے اسے چونکا دیا تھا۔

''اب چلیں بی بی سین! آپ نے کہا تھا نا میری اماں سے ملیں گی۔'' وہ خالی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

''ہاں یاد آگیا زوار! چلو چلتے ہیں۔'' گہرا سانس بھرتی وہ سر جھٹک کر زوار کے ساتھ چل دی۔ زوار کی والدہ سے ملنے کی وجہ کوئی خاص نہیں تھی۔ اسے علاقے کی دیگر خواتین سے اتنی انکساری اور محبت سے ملتے دیکھ کر زوار نے خود ہی اس سے یہ خواہش ظاہر کی تھی۔ جس پر بغیر کسی پس وپیش کے حورعین نے ہامی بھرلی تھی بھلا حرج بھی کیا تھا اس کام میں۔

''کہاں جارہی ہیں حور؟'' زوار کے ہمراہ وہ راہ داری عبور بھی نہ کرپائی تھی کہ اس نے یاور کی آواز سن کر گردن موڑی، اگلے لمحے وہ اس کے مقابل تھا۔

''میں زوار کے گھر جارہی ہوں، اس کی والدہ سے ملنے۔'' حورعین کے رسان سے دیئے جواب نے یاور کو ششدر کردیا۔

''اس نوکر کی ماں سے اگر کوئی کام ہے تو اسے یہاں بلوالیا ہوتا، آپ کو یہ زحمت کرنے کی کیا ضرورت تھی؟'' وہ بولا تو اس کی حیرت کی جگہ ناگواری اور تنفر لے چکا تھا۔ اگلے لمحے وہ زوار پر برس رہا تھا۔

''تمہیں عقل بھی ہے کچھ، انہیں کچھ کام تھا بھی تو اپنی ماں کو یہاں لے آتے نہ کہ منہ اٹھا کر......''

''ایکسکیوزمی مسٹر یاور! سب سے پہلے تو یہ نوٹ کرلیں کہ میرا نام حورعین ہے نا کہ حور۔ مجھے یہ بے تکلفی ہرگز پسند نہیں اور دوسری اہم بات یہ کہ میں زوار کی والدہ سے ملنے اپنی مرضی سے جارہی ہوں، او کے

یہ ملازم ضرور ہوگا آپ کا مگر زرخرید نہیں ہے لہٰذا آپ کو ان کی عزت نفس کا بھی خیال رکھ کے بولنا چاہیے' چلو زوار ہم چلتے ہیں۔'' ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولتی ہوئی وہ یاور کی طبیعت اچھی طرح صاف کر کے آگے بڑھ گئی تھی۔ یاور کے چہرے کے بدلتے رنگ اس کے اشتعال اور غیر یقینی کی گواہی دے رہے تھے۔

❁ ❁ ❁

اس کی آمد کی طرح اس کی روانگی بھی اچانک اور غیر متوقع ثابت ہوئی جس نے شجاعت چوہدری کے ساتھ ساتھ یاور کو بھی بوکھلا کر رکھ دیا تھا۔

''آپ کو میری کوئی بات بُری لگی ہے تو میں معافی مانگ لیتا ہوں آپ سے حورعین! لیکن اس طرح خفا ہو کر تو مت جایئے۔'' وہ اس کے پاس آ کر بے حد عاجزی سے گویا ہوا تو حورعین جو جھک کر اپنے کپڑے بیگ میں رکھ رہی تھی' زپ کھینچ کر جھٹکے سے بند کر کے یک دم سیدھی ہوگئی۔

''ڈونٹ وری ایسا کچھ نہیں ہے۔'' اس کا لہجہ دھیما ہونے کے باوجود ہلکی سی کاٹ لیے ہوئے تھے۔

''لیکن مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے؟'' وہ خفا ہوا تو حورعین کی آنکھوں میں سرد پن سمٹ آیا۔

''آپ کو غلط لگ رہا ہے' کوئی اہمیت مت دیں۔'' اس کی نظروں کی طرح اس کا لہجہ بھی سرد تھا۔ یاور جیسے خود پر جبر کرتے ہارنے لگا۔ یہ وہ لڑکی تھی جسے اس کے باپ نے اس کے لیے پسند کیا تھا۔ وہ تھی بھی اس قابل مگر اس کی اکڑ اور طنطنہ کام خراب کر گیا تھا۔

''راستے سے ہٹیں مجھے جانا ہے۔'' حورعین کے نخوت سے کہنے پر یاور ہونٹ بھینچے وہاں سے نکل گیا۔

حورعین شجاعت چوہدری کے پاس مردانے میں آئی تو دونوں باپ بیٹے کو کسی بات پر بحث میں مصروف پایا تھا۔ یاور جھنجلایا ہوا اور کسی قدر مشتعل نظر آتا تھا جب کہ شجاعت چوہدری پُرسکون تھے۔ اسے دیکھ کر بے حد خوش دلی سے مخاطب کیا تھا۔

''آؤ پتر آؤ۔ میں تو چاہتا تھا میری دھی کچھ اور رکتی یہاں مگر......''

''بہت شکریہ چاچا سائیں! کام ختم ہوگیا ہے' جانا ہے مجھے اب۔''

''پتر! یہ کچھ تحائف ہیں یہ ساتھ جائیں گے تمہارے۔ شجاعت حسین کے بڑھائے بیگز میں سے جھانکتے دیگر بے حد قیمتی تحائف کے ساتھ مخملیں کیس دیکھ کر وہ یک دم سنجیدہ ہوگئی تھی۔

''ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے چاچا سائیں! بہت شکریہ۔''

''کیوں ضرورت نہیں ہے پتر! تو دھی ہے ہماری خالی ہاتھ کیسے جانے دیں۔ زوار تمہیں چھوڑنے جا رہا ہے' بھروسے کا آدمی ہے ہمارا۔''

''چاچا سائیں! اگر آپ مجھے تحفہ دینا ضروری سمجھتے ہیں تو کیا میں اپنی پسند کے مطابق فرمائش کر سکتی ہوں؟'' اس نے جتنی سنجیدگی سے کہا تھا شجاعت چوہدری اس قدر نہال ہوئے کہ واری صدقے ہونے کو تیار ہوگئے۔

''خوش بختی ہے ہماری پتر! سب کچھ تمہارا ہے چاچا کی جان۔ جو چاہو لے لو' فرمائش کی کیا ضرورت۔'' وہ ہنستے ہوئے بولے تو حورعین نے ایک نظر سنجیدہ نظر آتے یاور کو دیکھ کر گلا کھنکارا۔

''میں زوار کو بطور ہیلپر ساتھ رکھنا چاہتی ہوں' آپ کے پاس ملازموں کی کمی نہیں ہے۔ میرا خیال ہے آپ کو اس کی غیر موجودگی سے ہرگز کوئی فرق نہیں پڑے گا۔'' عجیب فرمائش ہوئی تھی جس نے پہلے شجاعت چوہدری کو ہونق کیا پھر وہ کاندھے جھٹک کر ہنسنے لگے تھے۔

''او پتر جی! یہ اک زوار کیا ایسے لاکھوں ملازم نثار ہیں تم پر لے جاؤ اسے' یہاں واقعی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔'' وہ اسی طرح بے پروا انداز میں ہنس ہنس کر کہہ رہے تھے۔ حورعین یک دم ریلیکس ہوئی اور اک جتلاتی ہوئی نگاہ یاور پر ڈالی جو بے حد جز بز نظر آ رہا تھا۔ اس روز جس

انداز میں اس نے زوار کو اس کے ساتھ جانے سے روکا تھا اور اسے جھڑک کر اس پر اس کی اوقات واضح کی تھی اور حورعین کے سامنے اسے تھپڑ رسید کر کے اپنی حکم عدولی پر برہم ہوتے اسے آئندہ کے لیے تنبیہ کی وہ حورعین کو یہ قدم اٹھانے پر مجبور کر گئی تھی۔ اس نے تب ہی سوچ لیا تھا کہ یاور کو نیچا دکھائے گی کیسے یہ تو تب نہیں سوچا تھا مگر یہاں اس مقام پر اس کے ذہن میں آنے والی اس ترکیب نے گویا یک دم اسے فاتح قرار دے دیا تھا۔

''بہت شکریہ چاچا سائیں! آپ کا یہ احسان ہمیشہ یاد رہے گا۔''

یاور کے تلملاتے چہرے سے جتلاتی نظریں ہٹا کر اس نے بے حد ممنونیت سے شجاعت چوہدری سے کہا تو وہ اس کا سر تھپک کر الوداعی کلمات ادا کرنے لگے تھے۔

''آپ کو ضرورت کیا تھی بابا سائیں بنا پوچھے مشورہ لیے یہ اتنا بڑا قدم اٹھانے کی۔'' حورعین نے دروازے سے نکلتے ہوئے یاور کی جھنجلاہٹ زدہ آواز سنی تھی اور طنزیہ مسکان کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔ اس کا مقصد پورا ہو چکا تھا' اب اسے ان کے معاملات سے ہرگز کوئی غرض نہیں تھی۔

❁......❁......❁

''تمہیں یقین نہیں آ رہا نا؟'' حورعین نے اس کی حیرت کے باعث کچھ اور کھل جانے والی خوب صورت سی آنکھوں میں شرارت زدہ انداز میں جھانکا اور پھر کھلکھلا کر ہنس دی۔

''کیسے یقین آ سکتا ہے' یہ تو ناممکن ہے؟'' وہ منہ ہی منہ بڑبڑایا تھا۔

''اس دنیا میں کچھ بھی ناممکن نہیں ہے زوار! بات صرف حوصلے اور ہمت کی ہوتی ہے۔ بزدلوں کو یہ دنیا کچھ نہیں دیتی' یاد رکھنا۔'' اس کا انداز صرف شوخ نہیں تھا ناصحانہ بھی تھا۔

''مجھے تم یہ بتاؤ' تم آخر اس نمونے کو کس لیے لے کر آئی ہو' عجیب لڑکی ہو تم حور۔'' مما غصے میں زور سے بولتی ہوئی کمرے میں آئی تھیں۔ حورعین نے ایک خائف نگاہ زوار پر ڈالی پھر انہیں دیکھا۔

''ہم باہر چل کر بات کرتے ہیں مما۔'' وہ ان کے قہر ساماں تاثرات سے خائف انہیں بازو سے پکڑ کر عجلت بھرے انداز میں باہر لے آئی۔

''زوار سے آپ کو کیا پرابلم ہے مما؟'' اس کے پُرسکون انداز میں کیے گئے سوال نے مما کا دماغ گھما ڈالا۔

''تم پاگل ہوگئی ہو حورعین! ایک اسکینڈل بن جائے گا' سمجھتی کیوں نہیں ہو تم؟'' وہ بے حد خفا نظر آنے لگیں۔

''شجاعت چوہدری کے بیٹے یاور کا پرپوزل آیا ہے تمہارے لیے۔ میں ہاں کر رہی ہوں بس' لڑکا خوب صورت ہے' باحیثیت لوگ ہیں' پسند ہیں ہمیں۔''

''لیکن مجھے نہیں پسند مما! آپ صاف انکار کر دیں' مجھے وہاں شادی نہیں کرنی۔'' حورعین کے بلند لہجے میں جتنی ناگواری اور تلخی در آئی تھی اس نے مما کو ٹھٹک جانے پر مجبور کر دیا تھا۔

''وہاں نہیں کرنی تو پھر کہاں کرنی ہے؟ اس واہیات آدمی سے' جسے تم ان کی غلامی سے نکال لائی ہو؟'' وہ سخت برافروختہ ہوگئی تھیں۔ حورعین کا چہرہ ان کے ہتک آمیز انداز پر یک دم سرخ پڑ گیا۔

''دس از ٹو مچ مما! پلیز خاموش ہو جائیں؟'' وہ جیسے چیخی تھی' مما نے طنزیہ ہنکارا بھرا۔

''اگر ایسی بات نہیں ہے تو اسے پہلی فرصت میں واپس بھیجو۔''

''میں ہرگز ایسا نہیں کروں گی۔''

''تو پھر ٹھیک ہے شادی کر لو اس دو ٹکے کے فضول انسان سے۔'' مما نے حقارت بھرے انداز میں کہا اور ایک جھٹکے سے پلٹ کر وہاں سے چلی گئیں۔ حورعین نے ان کے پیچھے جانا چاہا تھا مگر اس کے قدم گویا زمین نے جکڑ لیے تھے دہلیز پار زوار متفکر چہرے کے ساتھ کھڑا تھا۔

❁......❁......❁

''کیا بات ہے زوار! اس قدر خاموش کیوں ہو؟'' حورعین نے اسے بغور دیکھا اور سوال کیا جو اس کے دل میں پھانس بن کر چبھ رہا تھا۔

''آپ مجھے ان سوالوں کے جواب دے سکتی ہیں حورعین بی بی! جو آپ سے صرف آپ کی مما نے نہیں کیے' اب آپ سے ہر کوئی کرے گا۔'' زوار کی سنجیدگی بے حد گمبھیرتا لیے ہوئے تھی۔ حورعین نے ٹھنڈا سانس لیا۔

''مجھے اندازہ ہے تم دکھی ہوئے ہو زوار مگر......''

''حورعین بی بی! میرے احساسات کی پروا کرنا چھوڑ دیں۔ غلاموں کے احساسات کی فکر کرنے کی اتنی خاص ضرورت بھی نہیں ہوتی۔ بڑی مہربانی ہوگی اگر مجھے جواب دے دیں ورنہ مجبور کرنے کی مجال کہاں۔'' وہ شرمندہ لگ رہا تھا' حورعین جیسے بے بس نظر آنے لگی۔

''ایک بات ہوتی ہے انا کی تسکین کی اور ایک معاملہ ہوتا ہے محبت کا۔ دو ہی معاملے انسان سے کچھ بھی انوکھا کروا سکتے ہیں۔ دوسرے کا تذکرہ ہی زیر بحث ہے' میں ایسا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ جانتا ہوں کہ آپ نے محض یاور سائیں کو نیچا دکھانے کی غرض سے مجھے وہاں سے نکالا مگر ان سے شادی سے انکار کی وجہ سمجھ نہیں آئی۔ وہ ہر لحاظ سے آپ کے قابل ہیں۔''

''یہ تم سمجھتے ہو زوار! مجھے ایسا نہیں لگتا۔'' حورعین اب بے حد سنجیدہ تھی

''آپ کسی اور کو پسند کرتی ہیں؟'' زوار کی نگاہوں میں الجھن تیرنے لگی۔

''شاید......وہ جذبہ اس سے بھی آگے چلا گیا ہے۔'' حورعین کے لہجے میں جیسے ملال اتر آیا۔

''اسے پتا ہے کیا؟ آپ پھر شادی کر لیں اس سے۔'' زوار کی آواز نے اسے چونکنے پر مجبور کر دیا تھا۔

''سب کچھ حسب منشا ہو جائے ضروری تو نہیں ہے زوار! آؤ تمہیں مارکیٹ لے چلوں' میرا خیال ہے تمہیں کپڑوں کی ضرورت ہے۔'' پھر اس کی ہچکچاہٹ کو خاطر میں لائے بغیر وہ اسے شاپنگ آرکیڈ میں لے آئی تھی۔

''تم اس لباس میں بہت منفرد اور شان دار لگو گے زوار!'' اس کے لیے دھڑا دھڑ شاپنگ کرتی وہ بار بار کہتی اور زوار عجیب سے احساسات کا شکار ہو جاتا۔

''آپ یہ سب کچھ کیوں کر رہی ہیں بی بی صاحب! مجھے کم از کم بتا تو دیں؟'' جس لمحے وہ زبردستی اسے پینٹ شرٹ پہننے پر مجبور کر رہی تھی وہ سخت عاجز ہو کر پوچھنے لگا۔

''اس سوال کے جواب کو پھر کسی وقت کے لیے اٹھا کر رکھ لو زوار!'' اس نے اسے کپڑوں سمیت واش روم میں دھکیل دیا تھا۔

''پہچانو خود کو' کہاں گیا وہ پرانا والا زوار! اگر ڈھونڈ کے لے آؤ تو مان لوں تمہیں۔'' ٹائی کی گرہ لگاتے ہوئے وہ یک دم سر اٹھا کر شوخی سے بولی تو زوار نے اس کے ہاتھ اپنے مضبوط آہنی ہاتھوں میں لے لیے تھے۔

''جو میں سمجھ رہا ہوں حورعین بی بی! وہ اتنا غیر یقینی میں مبتلا کر دینے والا خیال ہے کہ حد نہیں۔ آپ بتائیں حقیقت کیا ہے؟'' حورعین نے دیکھا وہ صرف مضطرب نہیں تھا بلکہ وحشت اس کی آنکھوں میں سرسرا رہی تھی۔

''تم بتاؤ کیا سمجھا تم نے؟'' حورعین نے خود کو لاکھ لاتعلق اور بے نیاز ظاہر کرنا چاہا مگر ناکام رہی۔ زوار کی آنکھیں یک دم دہک کر رہ گئیں۔ اس نے ہونٹ بھینچے اور رخ موڑ لیا۔

''ایک غلام کو یہ زیبا نہیں دیتا حورعین بی بی!''

''یہ کیا ہر وقت فضول باتیں کرتے ہو۔'' حورعین گویا تپ گئی تھی۔

''اس میں ہرگز بھی کوئی شک نہیں ہے بی بی صاحب! مالکن کا اچھا سلوک ملازم کو اس درجے پر تو نہیں لے آتا۔'' اس کا لہجہ آنچ دیتا ہوا تھا' حورعین کا دل جیسے پاتال میں جا گرا۔

''شجاعت سائیں کی غلامی سے نکال کر اپنی

ملکیت میں لیتے کم از کم اتنا تو سوچا ہوتا اس غلامی میں میرا دم پہلے سے زیادہ شدت سے گھٹ سکتا ہے۔ وہاں صرف غلامی تھی یہاں جذبوں کی آنچ اتنی تیز ہے کہ میرا روم روم جلن کے کرب سے دوچار ہے۔ بے بسی کی انتہا اس سے بڑھ کر کیا ہوسکتی ہے کہ میں اس اذیت سے چھٹکارا بھی نہیں پاسکتا۔'' وہ جیسے اپنے آپ میں نہیں رہا تھا' سرخ چہرہ اور دہکتی ہوئی آنکھیں اس کی اذیت و وحشت کی گواہی دے رہی تھیں۔ حورعین اسے سکون سے دیکھتی رہی۔

''مجھ سے محبت کرتے ہو زوار! صرف سچ سننا چاہتی ہوں؟'' سینے پر بازو لپیٹے وہ کس درجہ اطمینان سے سوال کررہی تھی جب کہ وہ جیسے برزخ میں جاپڑا تھا۔ لب بستہ لاچار اور مضمحل' حورعین کی نظروں میں ہنوز سوال تھا۔

''کیا کریں گی کسی بے بس انسان کی مزید بے بسی کے متعلق جان کر۔'' وہ جیسے خود اپنا مضحکہ اڑا کر ہنسا۔

''تمہیں یاد ہے زوار! اک بار تم نے میری تعریف کی تھی' جواب میں میں نے تمہیں بتایا تھا تم کتنے خوب صورت ہو' میں بہت حسن پرست واقع ہوئی ہوں اور تمہارے بے مثال حسن نے مجھے پہلی نگاہ میں ہی اسیر کرلیا تھا۔ عشق مرتبے اور درجات نہیں دیکھا کرتا' تم کیا سمجھتے ہو میں نے صرف یاور کو نیچا دکھانے یا اپنی خواہش کی تکمیل کی خاطر تمہیں اس غلامی سے نجات دلائی تھی؟ میں اتنی اچھی کبھی نہیں تھی زوار! میں اپنی خواہش کو قربان کرنے کا تصور بھی نہیں رکھتی۔ تم میری شدید ترین خواہش تھے مگر میں تمہارے منہ سے اظہار کی خواہش مند تھی' شکریہ اس پیشکش کے لیے۔'' کارنش بجاتے ہوئے وہ کھنک دار ہنسی ہنس دی۔ اس انکشاف نے صرف زوار کو ہی ساکت نہیں کیا اس سمت آتے پاپا بھی سناٹے کی زد پر آگئے تھے۔

❁……❁……❁

''میرا خیال ہے تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے حورعین اور کچھ نہیں۔'' مما نے غم و غصے سے کانپتے ہوئے قہر بار نظروں سے اسے دیکھا مگر مجال ہے وہ ذرا بھی نروس ہوئی ہو۔

''آپ پہلی فرصت میں اس گھٹیا آدمی کو تو دھکے دے کر باہر نکالیں نا۔'' انہوں نے سرخ چہرے کے ساتھ ہونٹ بھینچے پاپا کو دیکھ کر غصے میں کہا وہ محض انہیں دیکھ کر رہ گئے۔

''سن لیں مما! اگر زوار کے ساتھ بُرا برتاؤ ہوا تو یہاں سے صرف وہ نہیں جائے گا میں بھی جاؤں گی۔ مجھے حیرت نہیں دکھ ہے مما! میری زندگی کا ہر فیصلہ مجھے کرنے کا اختیار دے کر اس مقام پر آپ مجھ سے یہ حق کیسے چھین سکتی ہیں؟'' وہ غصے میں اونچی آواز سے بولنے لگی تھی۔

''کوئی تک بھی ہو' کوئی عقل کی بات بھی ہو' ہم لوگوں کا کیسے سامنا کریں گے اندازہ ہے تمہیں۔'' ممی کا بس نہیں چل رہا تھا اسے شوٹ کردیں۔

''آپ کو اپنی بیٹی سے زیادہ لوگوں کی پروا ہے؟'' اس نے حیرانی سے باری باری ماں باپ کو دیکھا۔

''ہاں ہے کیونکہ ہمیں انہی لوگوں کے بیچ رہنا ہے۔'' مما نے دوٹوک جواب دیا تو اسے بھی غصہ آگیا۔

''تو پھر ٹھیک ہے' آپ لوگوں کو رکھ لیں اور مجھے چھوڑ دیں۔'' وہ اس پل بے حد سفاک ہوگئی تھی' مما کا رنگ یک دم پھیکا پڑ گیا تھا مگر پاپا کا سکتہ جیسے ٹوٹ گیا۔

''تم ٹھیک کہتی ہو حورعین! ہم کو تمہیں چھوڑ ہی دینا چاہیے' بے فکر رہو ویسا ہی ہوگا جو تم چاہتی ہو مگر اس کے بعد تمہارا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔'' انہوں نے فیصلہ سنا کر گویا اسے پرکھنا چاہا تھا مگر انہیں مایوسی ہوئی وہ اسی اطمینان سے بیٹھی رہی جیسے گویا اسے کوئی فرق نہیں پڑا ہو۔

❁……❁……❁

یہ اس کا خام خیال تھا ایسے فیصلوں سے فرق تو پڑتا ہے' نکاح کے بعد وہ تن پر موجود لباس کے علاوہ وہاں سے کچھ لے کر نہیں نکلی تھی البتہ ماں باپ دونوں کو آنسو دے آئی تھی۔ بات صرف انا کی ہی نہیں تھی اسے خود پر بھی بہت زعم تھا مگر یہ زعم زیادہ عرصہ برقرار نہیں رہ سکا تھا۔ ان کا پہلا اختلاف تب ہوا جب زوار نے اسے ملازمت کی اجازت نہیں دی تھی۔

''ایسا کیسے ہوسکتا ہے زوار! تم جانتے ہو حالات کو آخر زندگی کی ضروریات......''

''مجھ پر بھروسہ کیا ہے اور مجھے کچھ سمجھا ہے تو پھر اعتبار بھی کرو حورعین! میری غیرت کو بہرحال یہ گوارا نہیں کہ تم ویگنوں اور بسوں کے دھکے کھاتی غیر مردوں کی چاکری کرتی پھرو' وہ بھی دو وقت کی روٹی کی خاطر۔ ہاتھ پیر سلامت ہیں میرے' کھلا سکتا ہوں دو وقت کی روٹی تمہیں۔''

حورعین کو خاموش ہونا پڑا تھا' کچھ بول کر وہ جھگڑا کرنا اور اسے دکھی کرنا نہیں چاہتی تھی ورنہ حقیقت یہ تھی کہ مسائل کا انبار حد سے سوا تھا۔ بات صرف دو وقت کی روٹی کی نہیں تھی' سر چھپانے کی جگہ سے لے کر بجلی گیس اور پانی تک کے اخراجات کے لیے رقم کی ضرورت تھی اور زوار شہر کی زندگی کے تقاضوں سے نابلد تھا۔ یہاں کمانا اس کے لیے ہرگز آسان نہیں تھا' اس بحث کے تیسرے دن زوار کو اپنی ماں کی بیماری کی خبر ملی تھی وہ بہت عجلت میں اسے لے کر واپسی کے راستوں کا مسافر بن گیا تھا۔

❁……❁……❁

والدہ کی بیماری نے اسے کچھ اس طور الجھایا تھا کہ زوار کو پلٹ کر جانا جیسے بھولنے لگا۔ حورعین حالات کے سازگار ہونے کی منتظر یہ مشکل وقت کاٹتی رہی۔ کرتی بھی تو کیا کشتیاں تو اس نے خود جلائی تھیں' ایک ماہ کے اندر حورعین کو نا چاہتے ہوئے بھی وہاں کے ماحول کو اپنانا پڑا تھا کہ اس کے سوا چارہ بھی نہیں تھا۔ کتنے دن تو اس کی ہمسائی نے اس کا بوجھ بانٹے رکھا تھا۔ کھانا بنانا ہوتا یا پانی بھر کے لانے کا کٹھن کام وہ اپنی خدمات اس کے لیے پیش کردیتی کہ حورعین ان کاموں سے انجان و نابلد ہی نہیں اپنی طرحداری و نزاکت کی بناء پر بھی اس کے لیے خاص تھی مگر کب تک' ہمسائی کے بچے چھوٹے تھے اور ذمہ داری کا بوجھ بہت زیادہ۔ جس دن حورعین کی تمام تر ممنونیت کے باوجود اس نے آئندہ کے لیے معذرت کے ساتھ کام سے ہاتھ اٹھایا اسی روز حورعین نے پوری سنجیدگی سے اس معاملے کو لیتے ہوئے زوار سے بات کی تھی مگر وہ تو جیسے سنتے ہی ہتھے سے اکھڑنے لگا تھا۔

''کیا مطلب ہے ایسا کب تک چلے گا' تم جانتی تھیں ہمارا طرزِ زندگی یہی تھا' پھر یہ فیصلہ بھی تمہارا اپنا تھا۔'' زوار کے تیور اور بدلی ہوئی نظروں کا انداز حورعین کو خوف زدہ کرنے لگا۔

''مگر میں یہ نہیں جانتی تھی کہ تم شہر چھوڑ کر واپس پھر یہیں آبسو گے۔'' وہ جیسے روہانسی ہونے لگی۔

''کوئی اپنی بنیاد سے الگ نہیں رہ سکتا سمجھیں تم' پھر میری ماں بیمار ہے یہاں۔''

''یہی تو میں کہنا چاہ رہی ہوں زوار! ہم اماں کو شہر لے چلتے ہیں وہاں ان کا بہتر علاج ممکن ہے۔'' اپنے طور پر تو اس نے بہتر صلاح ہی دی تھی مگر زوار الٹا اس کے گلے پڑ گیا تھا۔

''اس بہانے تم مجھے ایک بار پھر خوار کرنے شہر لے جانا چاہتی ہو۔ حورعین بیگم تو یہ خواب دیکھنا چھوڑ دو' سمجھیں۔'' وہ آنکھیں نکال کر غرآیا اور حورعین سن رہ گئی تھی۔

''اس کا مطلب ہے اب تم کبھی واپس شہر نہیں جاؤ گے۔'' اسے لگا زمین اس کے قدموں سے کھسک رہی ہو۔

''بالکل ٹھیک سمجھی ہو' اب صرف میں نہیں تم بھی واپس نہیں جاؤ گی۔'' اس نے تنفر سے کہا اور حورعین اسی خوف زدہ انداز میں گردن کو نفی میں جنبش دینے لگی تھی۔

''نہیں میں یہاں نہیں رہ سکتی۔'' اتنی سی بات کہتے وہ جیسے رو پڑی تھی۔ ان چند دنوں میں وہ کیا سے کیا ہوگئی

تھی۔ اسے کوئی دیکھتا تو شاید آسانی سے پہچان بھی نہ پاتا‘ عمر بھر یہاں رہ جانے کا خیال بھی سوہان روح تھا۔ وہ آسائشات کی عادی تھی‘ یہ زندگی بلاشبہ بہت کٹھن تھی۔

”ہاں تمہارے بارے میں سب کا یہاں یہی خیال ہے کہ تم یہاں نہیں رہ پاؤ گی۔ شہر کی پڑھی لکھی فیشن ایبل مغرور لڑکی جذبات میں آ کر گاؤں کے لڑکے سے اگر شادی کر بھی لے تو اس شادی کو نبھانا اس کے بس کی بات نہیں ہوتی‘ میں بھی تمہاری واپسی کا منتظر رہوں گا۔“ کتنی آسانی سے اس نے حورعین کی ذات کے بخیئے ادھیڑ کر رکھ دیئے تھے۔ یہ وہ سادہ اور پُرخلوص معصوم سا زوار تو کہیں سے بھی نہیں تھا جسے وہ جانتی تھی جس سے اس نے محبت کی تھی جس کی خاطر اس نے اپنے ماں باپ کو چھوڑ دیا۔ وہ اس پر کیسا الزام لگا گیا تھا۔ وہ بے دم سی نیچے بیٹھتی چلی گئی تھی۔

❁……❁……❁

کچھ فیصلے انا اور عزت نفس کے ساتھ کردار کی حفاظت کی خاطر بھی کیے جاتے ہیں پھر وہ چاہے دل و جان کا روگ ہی کیوں نہ ثابت ہو جائیں۔ ان پر قائم رہنا مجبوری بن جایا کرتا ہے‘ حورعین نے بھی اپنی سابقہ حیثیت اور مرتبے کو بھلا دیا۔ اسے یاد رہ گیا تو بس زوار کے وہ آخری الفاظ جنہوں نے برچھی بن کر اس کے وجود کو چیر ڈالا تھا۔ پھر ہر گزرتا دن یکسر تبدیل ہو گیا‘ اک وقت وہ بھی آیا تھا جب اس میں اور وہاں کی دوسری عورتوں کے بیچ ذرہ برابر بھی فرق نہیں رہ گیا تھا۔ خدا کی تخلیقات میں سے انسان سب سے حیرت انگیز تخلیق ہے۔ اس میں ایسی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں کہ عقل بھی دنگ رہ جاتی ہے۔ عظمت کی معراج کو چھونے والے بھی انسان ہی کہلائے جنہوں نے معصومیت و پاکیزگی میں فرشتوں کو بھی مات دی اور ذلت کی پستیوں سے گر کر ابلیس کو شرمندہ کرنے والے بھی انسان ہی تھے۔ یہ انسان اپنی جبلت میں ایسے ایسے کارنامے سرانجام دے جاتے ہیں کہ خدا کی دی ہوئی قسمت سمجھ میں آنے لگتی ہے بلاشبہ وہ مالک کائنات کی ہی شان ہے کہ اس نے ہر انسان کو الگ فطرت پر پیدا کر کے اپنے کمال کا ایک ادنیٰ سا نمونہ پیش کیا ہے۔

وہ ایک بہت گرم دن تھا تیز چلتی ہوئی لو سے بدن موم کے مجسمے کی مانند پگھل کر بہہ جانے کو تیار تھا۔ تھل کے ریگستانوں میں چلنے والی ہوا اپنے مخصوص انداز میں گرم ریت اڑا رہی تھی اور وہ سر پر پانی سے بھرا گھڑا رکھے گھر کو رواں تھی جب دھول اڑاتی سڑک کے کنارے اچانک ایک شان دار پجارو نے اس کا راستہ روک لیا تھا۔ اس کی حیرت بھری نگاہ اٹھی تو جیسے اس چمکتے دن میں بھی بینائی ساتھ چھوڑتی ہوئی محسوس ہوئی۔ یاور اے سی والی گاڑی کی سیٹ پر براجمان طنزیہ نظروں سے اسے دیکھتا اس کے روبرو تھا۔

”آؤ میں چھوڑ دوں تمہیں‘ ویسے حیرت ہے تم تو پہچانی بھی نہیں جا رہیں۔“ اس کی مسکراہٹ میں کمینگی کا رنگ چھلکتا تھا۔ حورعین نے کترا کر گزرنا چاہا تو وہ اپنی جنت سے نکل کر اس تپتے صحرا میں اس کا کچھ اور دل جلانے کو پیچھے آیا تھا۔

”کتنا بُرا کیا تم نے اپنے ساتھ حورعین! وہ تمہارے قابل ہی نہیں تھا‘ ہیرا چھوڑ کر تم نے پتھر کو چن لیا۔“

”میں تمہیں نہیں جانتی‘ کون ہو؟ خدا کے لیے میرا راستہ چھوڑ دو۔“ وہ بولی تو حلق میں اترے آنسوؤں نے اس کی آواز کو بھی نمناک کر ڈالا تھا یاور کے ہونٹوں پر تمسخرانہ مسکان گہری ہو گئی البتہ مزید اس کا ضبط نہیں آزمایا اور اسے جانے دیا مگر گھر آ کر بھی وہ بہت دیر تک اس ذلت کے احساس سمیت گھٹ گھٹ کے روتی رہی تھی۔

❁……❁……❁

اس کے ہاں پہلے بچے کی ولادت ہوئی تو سب سے زیادہ خوش زوار ہی نظر آیا تھا۔

”میں اس کا نام من ٹھار رکھوں گا حوراں! اچھا ہے نا؟“ وہ کتنے اشتیاق سے سوال کر رہا تھا۔

”یہ کیسا نام ہے بھلا؟ کچھ اور رکھ لیں‘ مجھے نہیں پسند۔“ اس نے اعتراض کیا بہت عرصے بعد وہ بھی زندگی کی طرف لوٹی تھی۔ زندگی جو اس کے لیے اب صرف پچھتاوا اور زیاں کا احساس بن کر رہ گئی تھی مگر اندر سے پھوٹنے والی ماتا کے جذبے نے پھر سے اس کا دل امنگوں سے بھر دیا تھا۔ وہ بچے کا نام اپنی پسند سے رکھنا چاہتی تھی۔

”اس نام میں کیا بُرائی ہے؟ میرے نام سے ملتا جلتا ہے پھر یہاں ایسے ہی نام رکھے جاتے ہیں۔ پتا نہیں کب بھولو گی تم اپنے شہر کے نخرے اور رواج۔“ زوار نے اسے دھتکار کے رکھ دیا تھا وہ یک دم چپ ہو گئی ویسی ہی چپ جیسی یہاں زبردستی خود کو روک لینے کے بعد ہو کر رہ گئی تھی پھر اس کے بیٹے کا نام من ٹھار ہی تجویز ہوا اور وہ اسی نام سے پکارا جانے لگا۔ حورعین آہستہ آہستہ روبصحت ہوئی تو زندگی کی مصروفیت نے پھر سے اس کا دامن تھام لیا مگر جینے کا حوصلہ ماند نہیں پڑا اور اس کی وجہ من ٹھار ہی تھا۔ اس کی قلقاریاں اس کے اندر خوشیوں کے پھول کھلائے رکھتیں۔ تمام تر کسمپرسی اور تشنگی کے باوجود وہ اس ننھی جان کی بدولت جیسے مالا مال تھی مگر اس کا یہ صبر یہ آزمائش صرف یہاں تک نہیں تھا اس کا حلقہ وسیع تھا بہت وسیع۔

من ٹھار چھ ماہ کا تھا جب موسمی بخار میں مبتلا ہوا تھا‘ حکیم کی دوا سے اسے ایک ہفتہ تک فرق نہیں پڑا اور وہ ہر گزرتے دن کے ساتھ کمزور ہوتا چلا گیا تو حورعین کی تشویش بڑھتی چلی گئی۔

”یہاں علاج کی سہولیات نہ ہونے کے برابر ہیں زوار! میرا خیال ہے ہمیں من ٹھار کو لے کر شہر کے اسپتال میں چیک اپ کے لیے جانا چاہیے۔“ وہ جواب بہت کم زوار سے کسی بات کا تقاضا کرتی تھی‘ من ٹھار کی حالت کو دیکھتے ہوئے رہ نہیں سکی۔

”علاج ہو رہا ہے نا یہاں‘ کیا ضرورت ہے وہاں مارے مارے پھرنے کی۔“ وہ ہمیشہ کی طرح بے پروا اور بے نیاز تھا۔ حورعین بے چین ہونے لگی۔

”یہاں حکیم جی تو مرض تشخیص نہیں کر پا رہے‘ علاج کیا کریں گے۔ آپ پلیز……“

”حورعین! تم جانتی ہو مجھے تمہارے سبق پڑھانے والی عادت زہر لگتی ہے۔ اس کے علاج کا بہانہ بنا کر شہر جانا چاہتی ہے‘ میں جیسے جانتا نہیں ہوں تمہیں۔ چپکی بیٹھی رہ…… اونہہ‘ علاج نہیں ہو رہا۔ ارے احمق عورت! شفا تو اللہ نے دینی ہے اور ہر جگہ پر اللہ تو وہی ہے نا۔“ وہ بعد میں بھی کتنی دیر تک اسے سناتا رہا۔ حورعین میں تاب نہیں تھی مزید کچھ کہنے کی۔

وہ رات کا ہی پہر تھا جب من ٹھار کی طبیعت اچانک زیادہ خراب ہوئی اور اتنی بگڑ گئی کہ حکیم جی کے پاس لے جانے کی نوبت بھی نہیں آ سکی اور وہ حورعین کی گود اجاڑ کر مالکِ حقیقی سے جا ملا۔ پہلے تو حورعین کو یقین ہی نہ آیا اور جب یقین آیا تو اس صدمے کی زیادتی سے اسے سکتہ ہو کر رہ گیا تھا۔ اماں اور زوار کے علاوہ گلی محلے کی عورتوں نے بھی اسے رلانے کی اپنی سی کوشش کر کے دیکھ لی مگر وہ پتھر کے مجسمے کی مانند ساکت ہی رہی تھی یہاں تک کہ من ٹھار کے معصوم وجود کو اس کی آخری آرام گاہ تک پہنچا دیا گیا۔ رات گئے زوار ویران چہرے کے ساتھ اندر آیا اسے چارپائی پر چت لیٹے پتھرائی ہوئی آنکھوں سے چھت کو تسلسل گھورتے پا کر پائنتی کی جانب آ بیٹھا۔

”حور! کچھ بول‘ کچھ تو کہہ۔ اپنا من ٹھار چلا گیا‘ مر گیا ہے وہ۔ میری جند اوئے غبار نکال لے اپنا…… حوراں……“ اسے جھنجوڑتا ہوا وہ خود اپنے اوپر ضبط کھو بیٹھا اور اس کے شانے سے سر ٹیکے بہت دیر تک سسکتا رہا مگر اس کے ساکت وجود میں زندگی کی کوئی تحریک پیدا نہ ہو سکی تھی۔ اس رات صحرائے تھل کے علاقے میں ہوا ریت کے بگولے اڑانے لگی‘ بہت شدید طوفان تھا‘ ہوائیں ماتم کرتی محسوس ہوئی تھیں اور زوار کے کمرے کی اکلوتی کھڑکی کے پٹ سے ٹکرا ٹکرا کر جیسے اسے

بددعائیں دیتی رہی تھیں۔

اگلی صبح اماں نے ناشتہ ان کے سامنے رکھا اور خود گھر کے کاموں میں مشغول ہوگئی۔ ہر صبح رغبت سے چائے کے ساتھ پاپے کھانے والا زوار نگاہ بھر کے بھی اس ناشتے کو نہیں دیکھ سکا۔ اس کا دل بھر آیا تھا اور وزنی پتھر بنا آنسوؤں کے سمندر میں نیچے بیٹھتا جارہا تھا۔ حورعین کی آنکھوں کا خالی پن اس سے دیکھا نہیں جاتا تھا جبھی وہ اٹھا اور اس کے قریب دوزانو ہو بیٹھا۔

''میں جانتا ہوں حوراں! تو بہت ناراض ہے مجھ سے۔ میں نے تیری بات نہیں مانی اور اپنا من ٹھار کھو دیا مگر رب سوہنا جانتا ہے میں نے ایسا کبھی نہیں چاہا تھا۔ تو جانتی ہے ناں میں کتنی محبت کرتا تھا اس سے' یہ نقصان صرف تیرا نہیں میرا بھی ہوا ہے۔ مجھے معاف کردے۔'' اس کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑے وہ گھٹی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا تو آنکھوں سے آنسو بارش کی پہلی بوندیں کر ٹپ ٹپ گرنے لگے۔ حورعین کی ساکن پلکوں میں ذرا سا ارتعاش پیدا ہوا تھا اس نے لمحہ بھر کو اسے دیکھا پھر نگاہ کا زاویہ بدل لیا تو زوار جیسے تڑپ اٹھا۔

''ایسا مت کر حوراں! چپ کی مار نہ مار مجھے۔ تیری طرح میں بھی بہت کرب میں مبتلا ہوں' احساسِ جرم کا بوجھ کاندھوں پر لادا ہوا ہے' اپنے ہاتھوں سے من ٹھار کو مٹی کے حوالے کیا ہے مگر......'' بات ادھوری چھوڑ کر وہ پھر سے رو پڑا' حورعین کی کیفیت بدلنے لگی۔ کچھ کہے بغیر اس نے منہ پر دوپٹا رکھا اور بے ساختہ سسک پڑی۔ زوار نے آگے بڑھ کر اسے اپنے ساتھ لگا لیا بہت عرصہ بعد دونوں مل کر کسی سانجھے دکھ پر روئے تھے۔

❁......❁......❁

پھر بہت سارے دن ایسے ہی بے رنگ بے کیف گزرتے چلے گئے مگر زندگی کے سارے رنگ جیسے ڈھل گئے تھے۔ وقت کا پنچھی اڑتا ہوا اپنے ساتھ کتنے دن اور مہینے ساتھ لے گیا تھا۔ جب ایک بار پھر وہ امید سے ہوئی مگر من میں کوئی غنچہ نہیں کھلا بلکہ ایک انجانا سا خوف ہر پل اسے اپنی لپیٹ میں لیے رکھتا۔ اب چند ہی روز بعد نیا سال شروع ہونے والا تھا۔ یہاں کوئی نئے سال کو خوش آمدید کہنے والا نہیں تھا کیوں کہ ان کے حالات ہی اس قابل نہیں تھے کہ وہ اس طرح کی چونچلے بازی کرتے مگر آج اچانک کئی سالوں بعد نئے سال کی آمد' شہری زندگی اور وہاں گزاری نئے سال کی تقریبات یاد آنے لگیں تو اس کی آنکھیں نم ہوگئیں۔ تخلیق کے کڑے مراحل سے گزر کر اس مرتبہ اس نے جڑواں بچوں کو جنم دیا تو زوار نے نہایت فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بچوں کے نام اسے رکھنے کی اجازت دی تھی مگر اس نے بے دلی سے انکار کردیا۔

''تو ٹھیک ہے' بیٹے کا نام ہم من ٹھار رکھ لیتے ہیں' من ٹھار پھر لوٹ آیا ہے ہمارے پاس۔'' زوار کی بات پر وہ ایسے ہی تڑپی تھی جیسے کسی نے اسے اٹھا کر برزخ میں پھینک دیا ہو۔

''نہیں' میں ہرگز اس کا یہ نام نہیں رکھوں گی۔ میں پھر سے کسی نقصان کی متحمل نہیں ہوسکتی۔''

وہ اتنی وحشت زدہ ہوکر اتنی بے قراری سے روئی تھی کہ زوار کے لیے اسے سنبھالنا مشکل ہوگیا تھا اور وہ اسے یونہی روتا چھوڑ کر ہونٹ بھینچے پلٹ کر وہاں سے چلا گیا۔

❁......❁......❁

زوار کسی کام کی غرض سے شہر گیا ہوا تھا۔ یہاں لوگ نئے سال کی تیاریاں زور و شور سے کررہے تھے۔ بازار میں خریداروں کا رش تھا اسے یک دم حورعین کا خیال آیا تو اس نے کچھ فیصلہ کرکے ایک دکان کا رخ کیا۔ واپسی پر وہ اس کے پاس آیا تو ہاتھ میں موجود شاپر اس کی سمت بڑھا دیا۔

''یہ تمہارے لیے ہے۔'' وہ سنجیدہ تھا حورعین چونک اٹھی۔

''کیا ہے اس میں؟'' اس نے حیرت بھرے انداز میں کہا پھر شاپر الٹ دیا۔ بہت نفیس شیفون

پروشے کا سوٹ اس کے سامنے تھا۔ حورعین کی حیرت دوچند ہوگئی۔

''یہ پہن کر تیار ہوجاؤ حور! ہمیں کہیں جانا ہے۔ دس منٹ ہیں تمہارے پاس۔'' وہ اسے آرڈر کرتا ہوا خود پلٹ کر چلا گیا۔ حورعین کی الجھن مزید بڑھ گئی تھی۔ دس منٹ کی بجائے پندرہ منٹ بعد جب وہ اس لباس میں اس کے سامنے تھی تو خود کو بہت الجھن میں محسوس کررہی تھی۔

''بہت اچھی لگ رہی ہو' آنکھیں ترس گئی تھیں تمہیں اس روپ میں دیکھے۔'' وہ جو اس کا منتظر تھا نزدیک آکر کچھ ایسی وارفتگی سے بولا کہ حورعین اچھی خاصی کنفیوز ہوگئی تھی۔

''جانا کہاں ہے ہمیں؟'' اس کی الجھن اپنی جگہ ہنوز تھی۔

''واپس اس دنیا میں جہاں سے میں تمہیں دھوکے سے نکال لایا تھا۔ حورعین میں نے تمہیں آزمایا اور اس آزمائش میں اپنا نقصان کر بیٹھا ہوں۔ من ٹھار مجھے بھولتا نہیں ہے' مجھے لگتا ہے میں قاتل ہوں اس کا۔ میں نے کہا تھا اللہ یہاں بھی وہی ہے اور وہاں بھی' بلاشبہ مگر اللہ نے بہتری اور بھلائی کے راستے بھی بتا رکھے ہیں۔ حکیم صاحب کسی کا علاج کیا کریں گے وہ اپنی نااہلی کی بناء پر بیماری کی جڑ سے ہی نابلد رہتے ہیں۔ مجھے اپنے ان بچوں کو کھونے کا حوصلہ نہیں حورعین! اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے ہم شہر جائیں گے' اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم کے زیور سے آراستہ کریں گے۔ ایک کو ڈاکٹر بنائیں گے دوسرے کو استاد۔ پھر اپنے گاؤں لوٹ کر یہاں ڈسپنسری بھی بنائیں گے اور اسکول بھی۔ تعلیم ہر فرد کا بنیادی حق ہے مگر ان پسماندہ علاقوں میں ہر فرد کو اس سے محروم رکھ کر ان کے حقوق کو سلب کیا جارہا ہے۔ میرے غلط فیصلوں کی وجہ بھی تعلیم کا فقدان ہے مگر آگاہی کا کوئی وقت مقرر تھوڑی ہے اور کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا ہی پڑتا ہے۔ اپنی مٹی سے جدائی گوارہ ہے مجھے' پھر پاکستان کا ہر گوشہ اپنے گھر کا حصہ ہے اور اپنے گھر میں کہیں بھی اٹھا بیٹھا جاسکتا ہے۔'' وہ کہہ رہا تھا اور حورعین حیرانی و غیر یقینی میں مبتلا ششدر سی اسے دیکھ رہی تھی۔ کیا یہ سب ممکن ہے۔

''اور ہاں کل نیا سال شروع ہونے والا ہے اور میری یہ خواہش ہے کہ ہم اس نئے سال کا آغاز شہر جاکر کریں اور اپنی نئی زندگی کا بھی تاکہ میں نے جو بھی خواب دیکھے ہیں ان کی تعبیر حاصل کرسکوں وہ بھی تمہارے تعاون سے اور مجھے پورا یقین ہے کہ تم اسی طرح سے اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کروگی کہ وہ ہمارے تمام خوابوں کو حقیقی رنگ دے سکیں۔ تم کروگی ناں......'' وہ ایک آس و امید سے اس کی طرف پیار بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ نہایت ملی جلی کیفیت کا شکار نظر آرہی تھی۔ اس کے چہرے پر حیرانی اور خوشی کے تاثرات نظر آرہے تھے۔

''ہاں زوار! میں ضرور تمہارا خواب پورا کرنے کی کوشش کروں گی اور ان شاء اللہ تعالیٰ ہم اس میں کامیاب بھی رہیں گے۔'' اس نے دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کیا۔ یہ سب سوچ کر اس کی آنکھیں بھر آئیں حالاں کہ اپنی اس آزمائش کو اس نے والدین کی نافرمانی اور دل دکھانے کی سزا سمجھ کر قبول کیا تھا ایسی سزا جس میں معافی کی گنجائش نہیں نکلتی مگر جب خدا چاہے تو توبہ کی توفیق بھی عطا کرتا ہے اور بڑی سہولت سے اسباب بھی پیدا فرماتا ہے۔ یہ سبب ہی تو پیدا ہوا تھا نہ صرف سزا ختم ہوئی تھی بلکہ معافی کا اذن بھی ملا تھا۔ واپسی کا سفر شروع ہوچکا تھا صرف واپسی کا نہیں۔ بھلائی اور اصلاح کا بھی۔ اس کی تمام تر غفلت' ناشکری اور گمراہی کے باوجود بھی' تو یہ رب کا احسان ہی تھا کرم ہی تھا۔ وہ عشق جو مجبوری بن گیا تھا پھر سے بادِ صبا کا جھونکا اسے مہکا گیا تھا خوش گواری کے دل فریب احساس کے ساتھ۔

❁